

## Nadan Bachay

[اس بار گرمیوں کی چھٹیوں میں ہم نے کوئٹہ جانے کا پروگرام بنایا تھا مگر والد صاحب کو چھٹی نہ مل پائی تو انہوں نے بھائی فیاض سے کہا کہ میں کچھ دن بعد آجائوں گا۔ تم لوگ پہلے چلے جاؤ۔ شہر دیکھنے کا مجھے بھی ارمان تھا۔ والد صاحب نے ہمارے سفر کا انتظام کر دیا اور ہم اپنے خوابوں کے نگر کو روانہ ہو گئے۔ راولپنڈی سے یہ ایک لمبا سفر تھا اور رستہ بھی بہت دشوار گزار تھا بہر حال ہم پندرہ گھنٹے کا سفر طے کر کے اس گاؤں پہنچ گئے جہاں ابو کے دوست کا گھر تھا اور ہم نے ان کے وہاں قیام کرنا تھا۔ ہم سفر سے بہت تھکے ہوئے تھے۔ اس دن تو آرام کیا۔ اگلے دن اپنے میزبان کے پڑوس میں گئے۔ وہاں قرآن خوانی ہو رہی تھی۔ میں نے انکل کی بیٹی شیزا سے پوچھا یہ کس لئے؟ وہ بولی۔ آج ان کے بیٹے کی برسی ہے۔ جس لڑکے کی برسی تھی، اس کی بہن سے بات چیت ہوئی، اس نے بتایا کہ میرے بھائی کا نام زابد تھا، اس کو گولی لگی تھی۔ میں نے اس لڑکی سے افسوس کیا اور مزید کوئی سوال نہ کیا البتہ گھر آ کر شیزا سے پوچھا کہ تمہاری پڑوسن لڑکی کے بھائی کو گولی کس نے ماری تھی؟ وہ بولی۔ کسی نے نہیں۔ تو پھر عرشہ یہ کیوں کہہ رہی تھی کہ اس کا بھائی گولی لگنے سے مرا تھا۔ ہاں وہ صحیح کہہ رہی تھی، زابد واقعی گولی لگنے سے ہی مرا تھا۔ یہ عجیب بات تھی کہ وہ گولی لگنے سے مرا تھا مگر گولی کسی نے نہ ماری تھی۔ مجھ کو حیران دیکھ شیزا نے بتایا کہ زابد ایک بہادر اور بردلغزیز لڑکا تھا لیکن ایک لڑکی کی بات کا اعتبار کرنے پر جان سے گیا۔ دراصل وہ دوسروں کی بات پر بہت جلد یقین کر لیتا تھا۔ بچپن سے ہمارے گھر آتا تھا تبھی ہم اس کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اس کی عادت تھی کہ صبح دم سیر کو نکل جاتا تھا۔ ایک روز حسب معمول صبح کی سیر کو گیا، واپسی میں اس کو پیاس لگی۔ راستے میں چشمہ تھا۔ جہاں سے روز لڑکیاں پانی بھرا کرتی تھیں۔ وہ وہاں ٹھہر گیا۔ کچھ لڑکیاں جو مشکیزے لے کر گزر رہی تھیں۔ ان سے پانی کا سوال کیا تو کسی لڑکی نے بھی اپنے مشکیزے سے اس کو پانی نہ دیا۔ چشمہ تک وہ جا نہیں سکتا تھا کہ یہاں جب لڑکیوں اور خواتین کے پانی بھرنے کا وقت ہوتا تو مرد اس طرف نہیں جاتے تھے۔ سبھی لڑکیاں انکار کر کے چلی گئیں لیکن ایک کمسن لڑکی جو پندرہ برس کی تھی، ٹھہر گئی۔ اس معصوم کی دھانی دوپٹے والی لڑکی نے اپنے مشکیزے سے زابد کو پانی دیا۔ اس روز بادل چھائے ہوئے تھے۔ برسات کا موسم تھا۔ چند لمحوں میں ہی چھما چھم بارش برسنے لگی۔ بارش کا آنا فانا ایسا زور پڑا کہ لڑکیوں کے لئے بھرے ہوئے مشکیزے لاد کر گھر تک پہنچنا دو بھر ہو گیا۔ باقی لڑکیاں تو کسی نہ کسی طرح اونچے نیچے پہاڑی راستوں پر چل کر نظروں سے اوجھل ہو گئیں لیکن دھان پان کی دھانی دوپٹے والی زہرا پیچھے رہ گئی۔ یہ وہی تھی جس نے رک کر زابد کو پانی دیا تھا۔ اس کو بھیگتا دیکھ کر ذرا فیصلے پر زابد رک گیا۔ وہ مشکیزا اٹھانے کے لیے بھاگتا تھا۔ تبھی زابد نے پانی سے بھرا ہوا مشکیزہ اس سے لے لیا، بولا۔ تم چلو، میں یہ مشکیزہ تمہارے گھر تک پہنچا دیتا ہوں۔ پہلے تو وہ لڑکی جھجکی لیکن بارش اور موسم کے بگڑے حال دیکھ کر مان گئی۔ آگے قدم بڑھنے سے قبل لڑکی نے سوال کیا۔ تم کس کے بیٹے ہو اور تمہارے نام کیا ہے؟ میں لالہ اعظم کا بیٹا ہوں۔ کیا تم نے ان کا نام سنا ہے؟ اور میرا نام زابد ہے۔ اچھا ٹھیک ہے۔ لڑکی مطمئن ہو گئی مشکیزہ اس کے حوالے کر کے وہ خود ہلکی پھلکی ہو کر پہاڑی رستے پر قلائچیں بھرتی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ زابد کے لئے بات چیت کی حد تک تو وہ اجنبی تھی لیکن رشتہ داری کے لحاظ سے غیر نہ تھی۔ وہ اس کے والد کے چچا زاد بھائی احسان خان کی بیٹی تھی۔ وہ اس کا گھر بھی جانتا تھا البتہ ان کے گھر آنا جانا بہت کم تھا۔ زہرا نے گھر میں داخل ہو کر اپنے چھوٹے بھائی خازن ادہ سے کہا۔ دروازے پر ربو۔ لالہ اعظم کا بیٹا مشکیزہ لارہا ہے۔ اس کے ساتھ اس نے یہ کہانی بھی سنا دی کہ بارش کی وجہ سے اس کا پیر پھسل گیا تھا تو پیر میں موچ آ گئی۔ وہ کرابنے لگی، تاکہ مشکیزہ کسی نوجوان کو تھمانے کا کچھ جواز بنے۔ یہاں بارش تو اکثر ہوتی تھی۔ کسی سے مدد لینے کا یہ کوئی بہتر جواز نہیں تھا۔ وہ بائے بائے کرتی چولہے کے پاس بیٹھ گئی۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی اور کان دروازے کی جانب تھے۔ دستک ہوئی اور چھوٹا بھائی دوڑا گیا۔ اس نے وزنی مشکیزہ تھامنا چاہا مگر تھام نہ سکا۔ تبھی زابد نے کہا۔ اجازت ہو تو میں ہی اندر پہنچا دوں۔ لڑکے نے ماں سے پوچھا۔ وہ بولی۔ ہاں ہاں کیوں نہیں، یہ لڑکا کوئی غیر نہیں، لالہ اعظم کا بیٹا ہے۔ او بچہ او۔ مشکیزہ ادھر ڈال دو۔ اس نے مٹی کے بڑے سے مرتبان نما برتن کی طرف اشارہ کیا۔ جب زابد واپس جا رہا تھا اس نے زہرا پر نظر ڈالی جو پانوں میں موچ کا بہانہ کیے کر رہی تھی۔ یہ دونوں کا پہلا تعارف تھا۔ زابد اب بھی روز سیر کو نکلتا تھا لیکن اب بات درسی مختلف ہو گئی تھی۔ واپسی پر اس کا رستہ سونا نہیں ہوتا تھا۔ وہاں راہ میں ایک لڑکی اس کا انتظار کر رہی ہوتی تھی۔ جب وہ اکیلی رہ جاتی زابد اس کے مشکیزے سے پانی پی لیتا۔ اس سے قبل کہ یہ راز طشت از بام ہوتا، زہرا کی ایک ساتھی لڑکی نے اس کی ماں کو خبردار کر دیا کہ لالہ اعظم کا لڑکا روز رستے میں ملتا ہے اور جب زہرا اکیلی ہوتی ہے تو ٹھہر کر اس کے مشکیزے سے پانی پیتا ہے۔ آپ زہرا کو روکو یا پھر ان کو رشتہ دے دو۔ اس سے پہلے کہ یہ بات بزرگوں میں دشمنی کا آغاز کرے۔ وہ سمجھ دار عورت تھی۔ اس نے لالہ اعظم کے گھر آنا جانا شروع کر دیا۔ باتوں باتوں میں بیٹی کا بھی ذکر کیا کہ اس کے رشتے کے لئے فکر مند ہے۔ ان کو یہ بھی کہا کہ اگر پچاس بھیڑیں دے سکو تو لڑکی کا باپ اور بھائی فوراً مان جائیں گے۔ زہرا خوبصورت تھی اور زابد کی ماں اپنے بیٹے کے لئے خوبصورت اور کم سن لڑکی کا رشتہ چاہتی تھی۔ زابد کے باپ کے لئے پچاس بھیڑیں دے دینا معمولی سوال تھا۔ جب بیوی نے لالہ اعظم سے یہ سارا معاملہ بیان کیا تو اس نے کہا اگر یہ لڑکی ہمارے لڑکے کی مرضی کے مطابق ہے تو پچاس کیا میں سو بھیڑیں دینے پر راضی ہوں۔ - تم فوراً زہرا کی ماں سے بات چکی کرو۔ سو بھیڑیں معمولی معاوضہ نہ تھا۔ زہرا کے لئے اس سے اچھا رشتہ نہیں مل سکتا تھا۔ دونوں گھرانوں کے تعلقات خوشگوار تھے لہذا رشتہ پکا کر دیا گیا۔ اب زہرا کو سہیلیوں سے خوف نہیں تھا۔ اب کوئی بد خواہ ان کو بد نام نہ کر سکتا تھا۔ تاہم منگیتر سے سر راہ ملنا، سہیلیوں کے لئے نہ سہی لیکن والد اور بھائی کے نزدیک معیوب بات تھی اور ان کی غیرت کے منافی بھی۔ تبھی اپنی بے چینی کو کم کرنے کی خاطر یہ دونوں ایک رشتہ داری لڑکی کے ذریعہ اپنی گفتگو ایک کیسٹ میں ریکارڈ کر کے ایک دوسرے کو بھجواتے تھے۔ اس زمانے میں وادی کے میدان میں روایتی کھیلوں کے مقابلے ہوتے تھے۔ ان مقابلوں کو دیکھنے ارد گرد کے گاؤں اور شہروں سے بھی لوگ آتے تھے۔ ایک مقابلہ نیزہ بازی کا بھی ہوتا تھا کہ گھوڑے پر بیٹھ کر نیزے کو نشانے پر مارنا تھا اور ہرن یا بکری کو نیزے سے اٹھانا تھا۔ زہرا کا بڑا بھائی اس کھیل کا ماہر تھا۔ ہر سال میلے میں وہ اس کھیل کا مظاہرہ کرتا تھا، کوئی اس سے جیت نہ پاتا تھا۔ اس بار مگر اس کا مد مقابل زابد ٹھہر گیا اور اس نے مقابلہ جیت لیا۔ زہرا کا بھائی سنگراش اس جیت کو ہضم

کرنا پڑا۔ لوگ اس کی نہ کر سکا۔ اس نے اپنی سبکی محسوس کی، جب بھرے مجمع میں پہلی بار اس کو شکست کا سامنا بجائے زائد کو خراج تحسین پیش کر رہے تھے۔ وہ اپنی یہ توہین برداشت نہ کر سکا اور دل میں زائد کے لئے خار ڈال لی۔ یہ شخص اس کو اپنا حریف لگنے لگا۔ وہ کسی صورت اس کو اب اپنے بھنوں کے روپ میں دیکھنا نہ چاہتا تھا۔ سوئے اتفاق کہ جب وہ رسماً جیت کی مبارک باد دینے زائد کے پاس گیا تو وہ اپنے کسی خیال میں اتنا گم تھا کہ فوری طور پر اس کی جانب توجہ نہ کر سکا اور نہ ہی احتراماً اس کا کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ یہ رویہ سنگراش کے دل میں تیر کی طرح چبہ گیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ زائد نے اگر نوٹس نہیں لیا ہے تو وہ بھی اس کو اپنی رشتہ داری سے نکل کر کے رہے گا۔ اس نے باپ سے کہا کہ آپ کا بھتیجا تو سخت بد تمیز ہے جو بڑوں کا احترام جانتا ہے اور نہ خاندانی روایات کو۔ بھرے مجمع کی تقریب میں اس نے میرے لئے کھڑا ہونا گوارا نہیں کیا۔ یہ کل ہمارے ساتھ کس طرح پیش آئے گا۔ سو بھیتروں کی قیمت عزت سے زیادہ نہیں ہے۔ آپ اس رشتے کو ختم کر دیجیے۔ مجھے یہ توہین قبول نہیں۔ زہرا کے والد کو بیٹے کا مان رکھنے کے لیے رقم واپس کرنا پڑی۔ یوں رشتہ ختم کر دیا گیا۔ اس کے باوجود برسوں ان گھرانوں کی دوستی دشمنی میں نہ بدلی۔ انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف باوجود شکر رنجی کوئی مخالفانہ کارروائی نہ کی کیونکہ دونوں گھرانوں کے بزرگ آپس میں خون خرابہ نہ چاہتے تھے۔ لالہ اعظم مضبوط شخص تھا۔ اس نے تو بین کا یہ پیالہ پی لیا لیکن زائد کو چین کہاں، اس کے لئے تو یہ جینے اور مرنے والا مقام تھا۔ اگر زائد کے لبوں سے مسکراہٹ چھن گئی تھی تو زہرا بھی خود کو زندہ در گور محسوس کر رہی تھی۔ بیٹی کو حد درجہ افسردہ دیکھ کر ماں نے اس کے گھر سے نکلنے پر پابندی لگا دی۔ وہ جانتی تھی کہ اب اگر یہ زائد سے ملی تو رشتہ دار معاف کریں گے اور نہ زہرا کا والد اور بھائی۔ جب تمام رستے بند نظر آئے تو زہرا نے اپنی رشتہ دار سہیلی کے ذریعہ زائد سے رابطہ کیا۔ وہی ان دونوں کو ملانے کا ذریعہ بنی۔ ایک رات باغ میں دونوں کی ملاقات طے پائی۔ ملنے کی جگہ گھر سے زیادہ دور نہ تھی کہ زہرا رات کے اندھیرے میں دور نہ جاسکتی تھی، البتہ زائد جان پر کھیل کر زہرا کے والد کے گھر سے متصل خربانیوں کے باغ میں آیا۔ یہ رات کے بارہ بجے کا وقت تھا۔ دونوں کے لب پر ایک ہی بات تھی کہ کس طرح بگڑی کو پھر سے بنائیں۔ کیسے دونوں اپنے اپنے گھرانوں کو راضی کریں۔ دونوں ہی جانتے تھے کہ بھیتروں کی قیمت لے دے کر اب اس رشتے کو دوبارہ جوڑنا ناممکن نہ تھا۔ بالآخر زہرا نے کہا۔ زائد اگر تمہاری شادی مجھ سے نہ ہوئی تو میں نہ جیوں گی، خود کشی کر لوں گی۔ اگر تم خود کشی کر لو گی تو میں بھی خود کشی کر لوں گا۔ مجھ سے تمہاری موت کا صدمہ نہ سہا جائے گا۔ دونوں ابھی اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ زہرا کا باپ ان کے سروں پر پہنچ گیا کیونکہ جب زہرا گھر سے نکلی تھی تو اس کی ماں کی آنکھ کھل گئی تھی۔ بیٹی کو بستر پر نہ پا کر وہ دروازے کو دیکھنے گئی، جس کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ تہی سمجھ گئی کہ وہ ضرور زائد سے ملنے گئی ہے۔ گھبرا کر اس نے شوہر کو جگایا کہ دیکھو بیٹی کہاں ہے ؟ اس کا والد گھر سے نکلنے ہی پہلے باغ میں گیا۔ اس کو اندازہ تھا کہ لڑکی یہیں کہیں ہو گی کیونکہ اس کو غائب ہونے زیادہ دیر نہ گزری تھی۔ باپ نے لڑکے کو کچھ نہ کہا لیکن اپنی بیٹی کو کھینچتا ہوا گھر لے آیا۔ وہ رات کے وقت واپس نہ کرنا چاہتا تھا۔ اپنے بیٹے سنگر اس سے بھی خائف تھا کہ اسی وقت خون خرابہ کر دے۔ باپ نے زائدہ کو کوٹھری میں بند کر کے باہر سے تالا لگا دیا۔ یہ حادثہ زائد کے لئے سخت ذہنی و دلی تکلیف کا باعث بنا اس کے حواس جاتے رہے۔ کتنی ہی دیر وہ پتھر کا بت بنا بیٹھا رہا۔ جب صبح کی اذان ہوئی اس کو ہوش آیا اور وہ باغ سے اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا۔ اب اس کو زہرا کے بغیر تمام زندگی گزارنی تھی۔ وہ اب کانٹوں بھر کے لڑکوں کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہ رہا تھا کیونکہ منگنی کا ٹوٹا ایک کلنگ، کی جیسی بات سمجھی جاتی تھی۔ وہ تو ابھی سوچ و چار میں تھا مگر لڑکی زیادہ بے حوصلہ اور جذباتی تھی۔ اس نے ایک بار پھر سہیلی کے ذریعہ رابطہ کی کوشش کی مگر اس نے انکار کر دیا البتہ اپنی ماں سے درخواست کی وہ زائد اور زہرا کی مدد کرے۔ رشتے میں یہ خاتون زائد کی ممانی اور زہرا کی چچی ہوتی تھی اور اس کا دونوں گھرانوں میں انا جانا بھی تھا۔ اس پر کوئی شک بھی نہ کر سکتا تھا۔ اس نے پہلے زائد کو سمجھانے کی کوشش کی تو وہ منتیں کرنے لگا کہ ایک بار آپ میری آواز زہرا تک پہنچا دو۔ عورت رنجیدہ لڑکے کو دیکھ کر مجبور ہو گئی اور اس کی آواز میں ریکارڈ کیسٹ زہرا کو دی اور اس کو بھی سمجھایا کہ بیٹی تم اب باز رہو۔ تمہارے والد اور بھائی کو پتا چل گیا تو اب کے تمہارے ٹکڑے کر دیں گے۔ جب تم رابطہ سے انکار کرو گی تو زائد باز آجائے گا۔ زہرا نے کوٹھری بند کر کے مدھم آواز میں کیسٹ میں ریکارڈ باتیں سنیں اور پھر مایوس ہو کر اس نے جواب میں کہا کہ یہ میرا آخری پیغام ہے۔ زائد کیا جانتا تھا کہ زہرا کا آخری پیغام دراصل موت کا پیغام ہے۔ بہت بے چینی سے اس نے کمرے میں جا کر ٹیپ ریکارڈ آن کیا۔ زہرا روتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ یہ دنیا ہماری دشمن بن گئی ہے۔ اگر یہ ہم کو ایک ہوتا نہیں دیکھ سکتے تو ہم بھی ان کو مر کر دکھا دیں گے۔ تم میری بات غور سے سنو! تم نے جمعرات کو صبح کے وقت خود کشی کرنی ہے اور میں نے بھی۔ ہم اس جہان میں نہیں مل سکتے تو اگلے جہان میں تو مل سکتے ہیں۔ دیکھو وعدہ خلافی نہ کرنا۔ اس پیغام کو زائد نے بار بار سنا۔ تین روز بعد جمعرات آنے والی تھی اور اس کے ذہن میں یہ پیغام راسخ ہو گیا کہ ان دونوں کو بس ایک ساتھ، ایک دن ایک وقت ہی مرنا ہے۔ وہ دو روز بار بار ہندوق کی نالی صاف کرتا، گھروالے پوچھنے تو کہتا کہ شکار کرنا ہے۔ پھر جمعرات کی وہ منحوس صبح آگئی۔ اس کو یقین تھا اگر اس نے اپنی جان وقت پر نہ لی تو زہرا کی موت کی خبر سننی پڑے گی۔ اس نے تو جو کہا ہے کر گزرے گی اور میں مرد ہو کر اس سے دو قدم پیچھے رہ جاؤں گا۔ باپ جب کام پر چلا گیا، ماں باورچی خانے میں تھی اور بہن باورچی خانے میں ماں کا ہاتھ بٹا رہی تھی کہ انہوں نے گولی چلنے کی آواز سنی۔ وہ آواز کی سمت دوڑیں۔ دیکھا تو ان کا وارث خون میں لت پت تھا۔ گولی اس کے پیٹ میں لگی تھی۔ وہ گھبرا کر ادھر ادھر بھاگنے لگیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کیا کریں۔ اس پاس کے رہنے والے سبھی لوگ اکٹھے ہو کر آگئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا گناہ ان کے گھر کے سامنے جمع ہو گیا۔ لوگوں نے جلدی سے زائد کو چارپائی پر ڈالا اور اسپتال لے گئے لیکن اس نے رستے میں دم توڑ دیا۔ کچھ دن سوگ رہا پھر رفتہ رفتہ گھر والوں نے معمولات زندگی میں پھر سے جیتا شروع کر دیا۔ ایک روز ماں زائد کے کمرے میں صفائی کی غرض سے گئی تو ٹیپ ریکارڈ میں لگی کیسٹ مل گئی۔ بہن نے اسے چلا دیا تو اس کی موت کے راز سے پردہ ہٹ گیا۔ ایک ہی کیسٹ میں زائد اور زہرا دونوں کی آوازیں ریکارڈ ملیں۔ زائد نے اس کی بات پر عمل کر دیا لیکن زہرا عین وقت پر اپنی جان نہ لے سکی۔ وہ زندہ تھی۔ زائد کے والدین نے زہرا کے گھر آکر اس کے والدین کو کیسٹ سنایا اور کہا۔ اب بتاؤ لالہ کہ ہم تمہاری لڑکی کو کیا سزا دیں ؟ منگنی بھی آپ لوگوں نے ختم کی اور اکسایا بھی موت کے لئے تمہاری لڑکی نے میرے بیٹے کو۔ خود تو اس

ہاتھوں سے لے کر - کو اپنی زندگی پیاری لگی اور میرے بچے کی جان گئی۔ اس کی سزا میں دوں گا، زہرا کی جان اپنے لالہ کا طرف بڑا تھا۔ اس نے قسم دی کہ خیردار! بچے عقل کے کچے ہوتے ہیں۔ اس بے عقل کو ہم نے معاف کیا، تم بھی معاف کر دو۔ قصور تو ہم بڑوں کا ہے ہم نے رستہ طے کر کے پھر منگنی ختم کر کے ان کے خواب توڑ دیئے۔ اب نسل در نسل دشمنی نہیں کرنی، صلح کی راہ پر چلنا ہے۔ یوں ایک شخص کی فراست سے ان کی نسل خون خرابے سے بچ گئی۔"]